









بیادگار مرحوم پیرزادہ محمد یوسف قادری صاحب



Daily AFAAQ Srinagar

سنچر وار ۱۰ جنوری ۲۰۲۶ء بمطابق ۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

(اقوال ذریعہ) جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر اعتماد نہ کرو (حضرت عمر فاروق)

چھاپڑی فروشوں کی بازآبادکاری

شہری زندگی میں بے شکم ٹریفک، پیدل چلنے والوں کی مشکلات اور عوامی مقامات پر بے ترتیبی ایک بڑھتا ہوا مسئلہ بنتا جا رہا ہے، خاص طور پر کشمیر جیسے حساس خطے میں جہاں سڑکیں تنگ اور وسائل محدود ہیں۔ سری نگر شہر کے مختلف علاقوں میں ہزاروں کی تعداد میں فٹ پاتھ فروش، بس اسٹینڈز اور بازاروں کے ارد گرد قابض ہیں، جو نہ صرف ٹریفک میں خلل کا باعث بنتے ہیں بلکہ پیدل چلنے والوں کے لیے بھی رکاوٹ بنتے ہیں۔

ہمیں اس بات کا پورا احساس ہے کہ یہ لوگ اپنا روزگار ایمانداری سے کما رہے ہیں اور ان کا تجارت کرنا حق ہے، لیکن اب جبکہ ہم ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں سمارٹ سٹیز اور جدید شہری منصوبہ بندی کے دور میں تو یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم ان کے لیے ایک باقاعدہ، منظم اور جدید نظام ترتیب دیں، جو نہ صرف ان کی بحالی کو ممکن بنائے بلکہ شہری نظم کو بھی برقرار رکھے۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ کچھ غیر سرکاری تنظیمیں پہلے ہی سے غریب افراد کے لیے روزگار کے سائنسی اور جدید پروگرامز پر عمل پیرا ہیں۔ انہوں نے مخصوص ڈیزائن کے سمارٹ ریبری کارٹس فراہم کئے ہیں، اور پہلے سروے کے بعد ان افراد کو کاروبار کے لیے ابتدائی مواد بھی دیا ہے۔ لیکن ان پروگراموں کی کامیابی کا انحصار صرف ریبری دینے پر نہیں بلکہ مناسب مقام پر ان کی منتقلی پر ہے۔ ہماری تجویز ہے کہ سب سے پہلے سری نگر شہر کو ماڈل بنا کر اس پائلٹ پروجیکٹ کا آغاز کیا جائے۔ کم از کم ایک ہزار فٹ پاتھ فروشوں کی نشاندہی کی جائے۔ پھر بلدیاتی ادارے، غیر سرکاری تنظیموں، بینکوں اور مختلف کارپوریٹ اداروں کے سی ایس آئی آفیسرز کے ذریعے ان افراد کو سمارٹ کارٹس، ابتدائی سرمایہ اور کاروباری تربیت فراہم کی جائے۔

شہر میں نامزد کردہ وینڈنگ زونز کیلئے مختلف علاقوں میں ایسی جگہوں کی شناخت کی جائے جہاں ٹریفک متاثر نہ ہو اور خریداروں کو آسانی سے رسائی ہو۔ مثلاً پارکنگ ایریاز کے قریب، دریاؤں کے کناروں پر یا مخصوص چھوٹے بازاروں کی صورت میں

انہیں سمارٹ کارٹس فراہم کئے جائیں جو شمسی توانائی، ڈیجیٹل ادائیگیوں، اور ری سائیکل اینبل میٹیریل سے لیس کیا جائے تاکہ وہ ماحولیاتی طور پر بھی دوستانہ ہوں۔ ہر چھاپڑی فروش کو ایک کیو آر کوڈ اور شناختی کارڈ کے ساتھ رجسٹر کیا جائے۔ یہ کارٹس قابل منتقلی نہ ہوں تاکہ کوئی ان کا غلط استعمال نہ کر سکے۔ بینک اور دیگر ادارے چھوٹے قرضے اور کاروباری تربیت فراہم کریں تاکہ فروش اپنی آمدن بہتر بنا سکیں۔

میوہیل کارپوریشن ایک مائیکرو فنانس ایجنسی بنائے جو ان وینڈرز کی سرگرمیوں پر نظر رکھے اور اگر کوئی دوبارہ فٹ پاتھ پر آتا ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔

یاد رہے، ماضی میں میوہیل کارپوریشن نے متعدد کارٹس فراہم کئے تھے، جو اب ہزوری باغ کے نزدیک تباہ حال پڑے ہیں۔ ان کارٹس کو مرمت کر کے دوبارہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ اگر یہ مسئلہ اب سنجیدگی سے حل نہ کیا گیا تو آئندہ اسے قابو میں رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔

چھاپڑی فروشوں کی بحالی نہ صرف ایک فلاحی اقدام ہے بلکہ یہ مستقبل کے شہری چیلنجز سے سنسنے کی حکمت عملی بھی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سنجیدگی سے اس مسئلہ کا حل تلاش کریں، تاکہ شہری ترقی اور انسانی وقار دونوں محفوظ رہ سکیں۔

تحریر: شہباز رشید بہرہو (قسط اول)

انسان ایک پیچیدہ مخلوق ہے، بلکہ اگر کہا جائے تو وہ ایک مائیکرو یونیورس ہے۔ جس طرح کائنات میں بے شمار پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں، اسی طرح انہی پیچیدگیوں کی پریشانی انسانی وجود کے اس چھوٹے سے جسم میں بھی موجود ہیں۔ آج تک کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ انسانی وجود کو، اس کی پوری حقیقت کو اور اس کی زندگی سے وابستہ تمام عمومی مسائل کو مکمل طور پر جانتا ہے۔ بلکہ ہر صاحب فکر یہی کہتا ہے کہ ابھی بہت سا کام باقی ہے۔

انسانی وجود کو بہت اور عمومی تفہیم کی خاطر اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک کو مادی وجود اور دوسرے کو روحانی وجود کہا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں وجود اپنی نوعیت، مطالبات اور تقاضوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مادی وجود کے مطالبات اس فزیکل ورلڈ سے وابستہ ہیں، جبکہ روحانی وجود ایک فطری مادی کائنات سے جڑا ہوا ہے۔

اگر انسان اعتدال کے ساتھ بدن کا خیال رکھے اور اس کے تقاضوں کو متوازن انداز میں پورا کرے تو اسے دنیوی نعمتوں سے لطف بھی حاصل ہوتا ہے اور صحت و تندرستی بھی برقرار رہتی ہے۔ لیکن اگر انسان بے اعتدالی کے ساتھ، حد سے زیادہ صرف بدن ہی کی پرورش اور خواہشات کی تکمیل میں لگ جائے تو یہی رویہ بے شمار بیماریوں کا سبب بن جاتا ہے، جو انسان کو صحت و تندرستی سے محروم کر کے لذت زندگی سے بھی دور کر دیتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص اگر بدن کے تقاضوں اور اس سے جڑی خواہشات میں اس قدر متہمک ہو جائے کہ اس کی ہر حرکت کا محور بدن کی خواہشات کی تکمیل بن جائے، تو اس کے نتیجے میں اسے بلڈ پریشر، ایسڈیٹی، ہیٹس، شوگر، کولیسٹرول، فیٹی لیور اور اسی نوعیت کی متعدد بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جدید انسان کے طرز زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف مورخ یووال نوح ہراری اپنی کتاب Homo Deus, A Brief History of Tomorrow میں ایک چوکا دینے والی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں: "تاریخ میں پہلی بار ایسا ہو رہا ہے کہ

آج دنیا میں بھوک سے مرنے والوں کے مقابلے میں حد سے زیادہ کھانے کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے۔ تندرستی بیماریوں کے مقابلے میں بڑھاپے اور طرز زندگی سے وابستہ امراض سے مرنے والوں کی شرح کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح فوجیوں، دہشت گردوں اور مجرموں کے ہاتھوں مارے جانے والوں کے مجموعی عدد سے زیادہ لوگ خودکشی کے ذریعے اپنی جانیں گنوا رہے ہیں۔ ایک سو بیسویں صدی کے اوائل میں ایک اوسط انسان کے لیے قحط، ایبولا یا دہشت گرد حملے کے مقابلے میں اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ وہ میڈیکل وینڈرز میں حد سے زیادہ کھائے یا غیر متوازن طرز زندگی کے نتیجے میں موت کا شکار ہو جائے۔"

ایسے اشخاص کی زندگیاں ہمیشہ پرہیز اور پابندی کی نظر ہو کر نہایت تنگ دائرے میں قید ہو جاتی ہیں۔

تزکیہ نفس

فلاح انسانی کا بنیادی راستہ

اس طرح اگر انسان روح کے مطالبات کو سمجھنے سے قاصر رہے، یا بدن اور خواہشات کی خدمت میں اس قدر مصروف ہو جائے کہ بیماری روح کی مسلسل پیکاری طرف بھی کوئی توجہ نہ دے سکے، تو اس کے نتیجے میں روح کمزور ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اخلاق، اقدار، تقویٰ و پرہیزگاری، رحم و ترس، بلکہ امن و سکون جیسی نعمتوں سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

یوں اس کی زندگی بے شمار روحانی اور نفسیاتی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ ایسے شخص کا معیار اس قدر گر جاتا ہے کہ قرآن کریم اس کی بہترین ترجمانی اسل السلفین کے الفاظ میں کرتا ہے، بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر روح کے مطالبات کو پورا کیا جائے، اس کے تقاضوں کی معرفت حاصل کی جائے، ان کی تکمیل کے ذریعے تلاش کر کے کئی کوشش کی جائے، تو انسان حقیقی معنوں میں فلاح اور کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

تزکیہ کے مفہوم کو بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ نفس کی تشریح کی جائے، تاکہ نفس، بدن اور خواہشات کے معانی آپس میں خللا

ملط نہ ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اصطلاحات کی تعریف اہل علم نے اپنے اپنے فہم اور زاویہ نظر کے مطابق کی ہے۔ بدن کو تو ہم سب جانتے ہیں؛ اس کے مختلف اعضاء ہیں اور ہر عضو کی ایک خاص ذمہ داری اور کام ہے۔ اسے ہم فنکشنل اسپیشلائزیشن بھی کہتے ہیں۔ نفس بھی دراصل ایک مستقل وجود ہے، جو بدن اور بدن کے درمیان فیصلہ کرنے والی ذات (Decision-Making Self) کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدن خواہشات اور تقاضے فراہم کرتا ہے، روح تخریق اور اعلیٰ اقدار کی طرف رہنمائی اور تحریک دیتی ہے، جبکہ نفس ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے کہ کس بات کو قبول کیا جائے اور کس کو رد کیا جائے۔ اسی عمل کے نتیجے میں انسان

اقوام کی سرگزشت سے عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے ہاتھ پھیلا کر ہدایت طلب کرے تو اس کا نفس تو امدہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے۔ یہ نفس انسان کو خطا سے پہلے ہی متنبہ کرتا ہے اور خطا کے بعد بھی توبہ کی طرف راغب کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان آئندہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نفس کو امدہ کی رہنمائی میں انسان نیک اعمال انجام دیتا ہے، خیر کے کاموں میں مشغول رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کا نفس بتدریج نفس مطمئنہ کی کیفیت اختیار کر لیتا ہے اور انسان قلبی سکون اور مطمئن حاصل کرتا ہے۔ گویا انسان کو چاہیے کہ وہ نفس کو امدہ کی آواز سے اور نفس امارہ پر قابو پا کر اسے نفس مطمئنہ میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کرے، یا یوں کہیں کہیں نفس مطمئنہ کو نفس امارہ پر غالب کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر کے انتخاب کا اختیار دیا ہے، لیکن اگر انسان سراپا خیر بنا جائے اور نیکی کو اپنا شعار بنانا چاہے تو اسے تزکیہ نفس کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تزکیہ کا مفہوم ہے کسی چیز کو پاک و صاف کرنا، اس کی نشوونما کرنا اور اسے پروان چڑھانا۔ جو شخص تزکیہ نفس کے مرحلے سے گزرتا ہے، فلاح اور کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

قرآن مجید اس حقیقت پر واضح شہادت دیتا ہے۔ سورۃ الفس فی سات ستین کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "قد افلح من زکّا" یعنی وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔

تزکیہ دراصل نفس کی صفائی اور تطہیر کا نام ہے۔ جس طرح میلے کپڑے سے میل دور کرنے کے لیے صرف صابن ہی نہیں بلکہ گڑ بھی ضروری ہوتی ہے، جب جاکر کپڑا صاف، شفاف اور ہینے کے قابل بناتا ہے اور انسان کے لیے نفس و معاشرے میں عزت کا باعث بنتا ہے، اسی طرح تزکیہ نفس کے ذریعے انسان کا باطن صاف ہوتا ہے۔ اس باطنی پاکیزگی کے نتیجے میں انسان نہ صرف معاشرے میں عزت پاتا ہے بلکہ اللہ کے ہاں بھی مقبول ہوتا ہے اور فرشتوں کی مجلسوں میں اس کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

نصیب کو جاننا اور ماننا دو الگ راستے



لطیف جان احمد مدرس، گورنمنٹ نڈل اسکول بند پورہ، نیانہ، پلوامہ

دے کر اپنے گاؤں چلا گیا۔ گاؤں میں بھی اسکول تھا، مگر وہاں نہ پرانے دوست تھے، نہ کھیل کا میدان، نہ شہر جیسا شور۔ زیادہ تر وقت وہ با توکھتوں میں بیٹھتا رہتا یا گھر کے صحن میں اکیلا بیٹھا آسمان دیکھتا۔ شروع میں یہ تنہائی اسے اچھی لگی، مگر آہستہ آہستہ دن خالی اور خاموش ہونے لگے۔ ایک دن اس کے ہاتھ ایک پرانی کاٹی لگ گئی۔ وہی کاٹی، جس پر بھی کسی استاد نے سرخ قلم سے لکھا تھا: نصیب! محنت کرو، تم بہتر کر سکتے ہو۔ وہ دیر تک اس جملے کو دیکھتا رہا۔ پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ شاید مسئلہ پڑھائی کا نہیں تھا مسئلہ اس کی بے توجہی کا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک بوڑھے استاد تھے، جو شام کو بچوں کو قرآن اور بنیادی تعلیم دیا کرتے تھے۔ نصیب یوں ایک دن وہاں جا بیٹھا۔ استاد نے نہ ڈانٹا، نہ مارا۔ بس پیار سے کہا: بیٹا، جو نہیں آتا، وہ سیکھا جاتا ہے۔ مگر جو سیکھنا ہی نہ چاہے، اسے کوئی نہیں سکھا سکتا۔ یہ جملہ نصیب کے دل میں اتر گیا۔

اگلے دن وہ پھر آ پھر اس کے اگلے دن بھی۔ پہلی بار اس نے غصے خود مانگی۔ پہلی بار اس نے سوال خود پوچھا۔ پہلی بار سبق یاد نہ ہونے پر شرمندہ ہوا مگر بھاگا نہیں۔ مینے گزرے۔ نصیب کا ہاتھ اب لڑنے کے بجائے لکھنے لگا تھا۔ اس کی زبان شور کے بجائے سوال کرنے لگی تھی۔ جو کچھ پتا تھا پوچھ پڑھنا اچھا نہیں لگتا، وہ اب کہتا تھا: مجھے آہستہ آہستہ سمجھ آنے لگا ہے۔ کچھ سال بعد وہ دوبارہ شہر آیا۔ وہی اسکول، وہی میدان، وہی سبق غریبوں و غنیمت رہا تھا۔ اس نے بیڈ ماسٹر صاحب سے مل کر بس پاس بلایا۔ نہ ڈانٹا، نہ مزادی۔ بس فور سے دیکھا اور پوچھا: نصیب، تم محنت کیوں نہیں کرتے؟ یہ سوال نیا نہیں تھا۔ وہ اسے کئی بار سن چکا تھا۔ حسب معمول وہ خاموش رہا۔ آکھیں جھکا لیں۔ کافی دیر بعد بیٹھل اٹا کہہ سکا: مجھے پڑھنا اچھا نہیں لگتا اسی سال نصیب خان آٹھویں کا امتحان

خصوصی مضمون: فقیر احمد (پایان آئی)

ہندوستان کی متنوع آبادی میں اہم مسلم کمیونٹی شامل ہے جو کل آبادی کا تقریباً 14.2 فیصد بنتی ہے۔ ملک میں سماجی-معاشی تفاوت کو دور کرنے اور سماج ترقی کو فروغ دینے کے لیے حکومت ہند نے وزارت اقلیتی امور کے ذریعے مختلف اسکیموں کا نفاذ کیا ہے جو اقلیتوں کے لیے ہیں۔ یہ اقدامات تعلیم، بہتر زندگی کے فروغ، معاشی طور پر بااختیار بنانے اور اقلیتوں کی اکثریت والے علاقوں میں بنیادی ڈھانچہ کو مستحکم کرنے پر مرکوز ہیں۔ مسلمان بھی سکھ، عیسائی، بدھ مت، جین اور پارسیوں کے ساتھ ان پروگراموں سے استفادہ کرنے کے قابل ہیں جو سماج پیو آگرنے اور عدم مساوات کو دور کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

اقلیتوں میں سرکاری اسکیموں کے تئیں

بیداری پیدا کرنے کی ضرورت

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا میں جو کچھ ہے مذہبی اعتبار سے بھی اور سائنسی اعتبار سے بھی اس کا پھل مفید ہے، وہ چیزیں جو ہر مذہب اور اس لیے ہیں کہ کسی نہ کسی شکل میں انہی اہمیت سے اور جو چیزیں ان اہمیت میں ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی بے فیش نہیں ہمیشہ اپنا وجود قائم نہیں رہ سکتی۔ آج مسلمانوں کے تعلق سے بھی یہی سوال کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کی اپنی اہمیت اور افادیت کو ثابت کرنا ہوگا۔ وہ سماجی سطح پر ہوا علم و سائنس یا کاروباری سطح پر انسان حیوان ناطق ہے اس کے اندر شعور ہے، سوچنے سمجھنے اور بہتر فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان میں وسیع تر کمیونٹیز جن میں ہندو، سکھ، جین اور آئی سے جو کچھ ترقی و ترقی میں ہندو کمیونٹی بھی ہیں۔ اس سلسلے میں مسلم کمیونٹی کو آگے بڑھانے اور اپنا حاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بات سرکاری اسکیموں سے فائدہ اٹھانے سے شروع ہونی چاہی تو آگے ایسی ہی چند اسکیموں کا ذکر لازمی ہو جاتا ہے جس سے مسلمان استفادہ کر سکتے ہیں۔ حکومت نے کئی اسکیمیں اختیار کر کے اپنا اختیار بنانے کے لیے اسکیموں کو نافذ کیا ہے۔ اس کے علاوہ وزیر تعلیم کے 15 نکاتی پروگرام کے تحت عام ذمہ داری کی اسکیموں سے ہندوستان میں گرام سواد گار یو جٹا اور اندرا واس یو جٹا میں اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ اقلیتوں کو مساوی حصہ ملے۔

پری میٹرک اسکالرشپ اسکیم: یہ اسکیم کلاس 1 سے 10 تک کے اقلیتی طلباء کے لیے ہے جس کا مقصد درمیان میں ہی پڑھائی چھوڑنے والے طلباء کی ترقی کو فروغ دینا ہے۔ اس میں ڈس-کالرز کے لیے ماہانہ 600 روپے تک اور ہاسٹل میں رہنے والے طلباء کیلینڈر زیادہ رقم شامل ہے۔

پوسٹ میٹرک اسکالرشپ اسکیم: یہ اسکیم کلاس 11 سے 12 تک کے طلباء کے لیے ہے، اس کے تحت بیٹوں، داخلہ اور دیگر بھال کے لیے مالی اعانت فراہم کی جاتی ہے۔ اس میں نوایشن کے لیے سالانہ 10000 روپے اور امدادی وظیفہ 3000 سے 7000 روپے شامل ہیں۔

مہرت کم مینس اسکالرشپ اسکیم: پیشہ دارانہ اور تکنیکی کورسز کے لیے یہ اسکیم کورسز میں داخلہ اور دیگر اخراجات کے لیے سالانہ 20000 روپے کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اقلیتی کمیونٹیز کی بہتر زندگی کے فروغ اور انہیں معاشی طور پر بااختیار بنانے کے لیے کئی سرکاری اسکیمیں ہیں جن میں پڑھان، منتزری وراثت کا سمورہ (جن اینیم) وکاس

پروڈھان منتزری جن وکاس کارپوریشن (جن اینیم) کے نام سے مرکزی حمایت یافتہ ایک اور اہم اسکیم ہے جو 1300 اقلیتی اکثریتی علاقوں میں علاقائی ترقی کے لیے مخصوص ہے۔ یہ اسکیم محنت اور بہتر زندگی کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے تحت پوچھو لپوچھو اسکول، اسپتال اور ہسپتالز شامل ہیں۔ دیگر قابل ذکر اسکیموں میں ایک "پڑھو پڑیٹھ" ہے جس میں بیرون ملک تعلیمی قرض پر سودی رعایت ملتی ہے۔ اسی طرح سے "کئی ازان" اسکیم کے تحت پوچھو لپوچھو اسکول میں پڑھو لپوچھو اسکول کے بعد میٹرک کے لیے ایک سے دو لاکھ روپے کی مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ وزیر تعلیم کے 15 نکاتی پروگرام کے تحت عام ذمہ داری کی اسکیموں سے ہندوستان میں گرام سواد گار یو جٹا اور اندرا واس یو جٹا میں اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ اقلیتوں کو مساوی حصہ ملے۔





